Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

Women's Inclusion in Consultation within the Context of the Caliphate of Hazrat Umar

شورائیت میں خواتین کی شمولیت، خلافت عمرؓ کے تناظر میں

Al-Qirtas

Asad Ur Rahman
Dr. Syed Muhammad Shahid Tirmazi

MPhil scholar Department of Islamic Studies,Bahria University, Islamabad
Head Department of Islamic Studies, Bahria University, Islamabad at- tirmazi.shahid@gmail.com

Abstract

This article explores the topic of women's inclusion in Islamic consultation (Shura), particularly in the context of the Caliphate of Umar (RA). It elucidates the literal and technical meanings of Shura and provides examples of women's participation in consultation within Islamic traditions. The article also discusses the unjust treatment of women prior to Islam and sheds light on the dignity and respect Islam accorded to women. The author substantiates, with references to the Quran and Hadith that women can indeed be part of Shura and emphasizes the equality of men and women in this regard. By citing examples from the era of Caliph Umar (RA), the significance of women's participation in consultation is highlighted. The purpose of this paper is to clarify the importance of Women's participation in Shura and their rights within Islamic society.

The following are the main points:

*Lexical and Terminological Introduction to Shurait

*Contextual Background of the Topic

*Legal Status of Shuraiat

*Consultation with Women during the Time of Hazrat Umar

Keywords: Shura'iat, Legal Status, Lexical, Terminological, Hazrat Umar, Allah, Prophet, Caliphate, Women.

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

تعارف:

شورائیت: لغوی معنی: "شوریٰ" عربی زبان کا لفظ ہے جو کہ "شور" سے ماخوذ ہے اس کے مشتقات کے لغوی اعتبار سے مختلف معانی ہیں "شار یشور شورا" اشارہ کرنا، خوب روہونا، فروختگی کے لیے جانور کو دوڑا کر اس کی طاقت دکھانا، جیسا کہ حدیث طلحہؓ میں آتا ہے "كان يشور نفسه امام رسول الله" ۔اس کے علاوہ چھتے سے شہد نکالنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔علامہ راغب نے لکھا ہے کہ رائے طلب کرنا بعض کا بعض کی طرف مراجعت کرکے۔[i]

آسان الفاظ میں لفظ "شوریٰ" باب تفاعل یعنی "التشاور" کا اسم مصدر ہے جس کا لغوی معنی باہمی مشورہ کرنا ہے۔[ii]

اصطلاحی معنی: اصطلاحی اعتبار سے شوریٰ کی مختلف تعریفات کی گئی ہیں جو کہ معناً آپس میں تقریباً ملتی جلتی ہیں ان میں سے صرف تین تعریفات ذیل میں ذکر کی جا رہی ہیں۔

1. "طلب الرأي من أهله و إجالة النظر فيه وصولا إلى الرأي الموافق للصواب"[iii]

ترجمہ: "اس کے اہل سے رائے طلب کرنا اور اس میں غور کرنے میں تاخیر کرنا یعنی دیر تک غور و خوض کرنا تاکہ درستگی کے موافق رائے تک پہنچا جاسکے"۔

2. "الشورى هي تبادل الأراء فی أمر من أمور لمعرفة أصوبها و أصلحها لأجل اعتماده و العمل به "[iv]

ترجمہ: شوریٰ یہ ہے کہ معاملات میں سے کسی معاملے پر اس لیے آراء کے تبادلہ کرنا تاکہ سب سے درست اور اچھی رائے کو پہچان کر اس پر اعتماد کرکے عمل میں لایا جائے۔

3. "الشورى استطلاع رأي الأمة أو من ينوب عنها فی أمرمن الأمورالعامة المتعلقة بهابهدف التوصل فيها إلى رأي الأقرب إلى الصواب الموافق لأحكام الشرع تمهيدا لاتخاذ القرار المناسب فی موضوعه"[v]

ترجمہ: "شوریٰ یہ ہے کہ عوامی معاملات میں اس معاملے پر مناسب فیصلے کی تیاری کی غرض سے، قوم یا اس کے مقرر کردہ نمائندوں کی رائے حاصل کی جائے جس کا مقصد ایسی رائے پر پہنچنا ہو جو راست اور شرعی احکامات کے عین موافق ہو"۔

اردو میں "شوریٰ" کے لغوی معنی مشورہ اور صلاح ذکر کیا گیا ہے۔اور اسکے علاوہ "شوریٰ" کی طرف نسبت کے ساتھ "شورائی، شورائیت اور شورائیہ" تینوں الفاظ مذکور ہیں۔

اصطلاحی معنی یہ ہے کہ "وہ نظام جس میں صلاح و مشورے سے کاروبار حکومت انجام دیا جائے یا پنچایتی نظام"[vi]۔فیروز اللغات میں "شورے" کے تلفظ کے ساتھ مشورہ اور صلاح کے معنی ذکر کیا گیا ہے۔[vii]

شوریٰ اور شورائیت میں فرق: ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ "شورائیت" کسی نظام یا پروسیس کو ظاہر کرنے والا لفظ ہے جس میں مشاورت کا عمل مقصود ہوتا ہے جبکہ "شوریٰ" محض مشورہ دینے کے لیے استعمال ہوتا ہے جس طرح لفظ جمہور سے جمہوریت ہے۔

انگریزی زبان میں "شورائیت" کے لیے کوئی مخصوص لفظ نہیں ہے البتہ مختلف سیاق میں کچھ الفاظ بولے جاتے ہیں جو شورائی عمل پر دلالت کرتے ہیں جنہیں ذیل میں بیان کیا جارہا ہے

Deliberation, Conference, Comitte decision, Collective decision, Advisory

یاد رہے کہ انگریزی زبان میں مندرجہ بالا الفاظ شورائی عمل کی وضاحت کے لیے استعمال کیے جاسکتے ہیں لیکن یہ اصطلاح چونکہ عربی زبان کی ہے اس لیے اس کی تفصیل اور استعمال عربی لفظ کے ساتھ ہی زیادہ ملتی ہے جبکہ اردو زبان چونکہ عربی زبان سے ماخوذ ہے اسلیئے اردو میں اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے۔

پس منظر

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

نبی رحمت ﷺ کی بعثت سے پہلے پوری دنیا کو جو اخلاقی بیماریاں دیمک کی طرح چاٹ رہی تھیں ان میں سے ایک اور اہم ترین "عورت" کو اس کے صحیح اور اصل مقام سے گرا کر نحوست، باعث عار اور معاشی بوجھ کا سبب سمجھا جاتا تھا۔ قرآن مجید میں جاہلیت کے اس رویے کا تذکرہ کیا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ"[viii]

ترجمہ: "اور جب خوشخبری دی جاتی ہے ان میں سے کسی ایک کو تو اسکا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غمزدہ ہو جاتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، اس برائی کی وجہ سے جسکی خوشخبری اسے دی گئی ہے، آیا اسے ذلت کے باوجود قبول کر لے، یا اسے دفنا دے مٹی۔ آگاہ رہو! برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں"۔

عورت کی پیدائش پر اپنے تئیں وضع کردہ فکر کے مطابق حقارت کا نشانہ بناتے اور بالآخر وہ حقارت بیٹیوں کے قتل اور زمین میں زندہ در گور کرنے پر منتج ہوتی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ"[ix]

ترجمہ: "اور جب زندہ در گور کی گئی سے پوچھا جائے گا"۔

عرب ثقافت میں عورت انسان اور حیوان کے درمیان ایک علیحدہ مخلوق تصور کی جاتی تھی جس کا کام صرف ترقی نسل اور مردوں کی خدمت تھا۔ لڑکیوں کا پیدا ہونا بدنصیبی تصور کی جاتی تھی اور ان کو زندہ دفن کر دینے کی رسم عام تھی اور اس کام بد کو وہ اپنا حق سمجھتے تھے۔[x]

الغرض عورت کو قبل از اسلام انتہائی تحقیرانہ امتیازی سلوک کا سامنا تھا جس کو اسلام نے ختم کر دیا۔ چنانچہ مرد اور عورت کو ایک ہی نوع یعنی انسان ہونے کے اعتبار سے ملنے والے شرف و مجد میں کوئی فرق نہیں کیا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ[xi]

ترجمہ: "البتہ تحقیق ہم نے انسان کو سب سے اچھی بناوٹ میں بنایا ہے"۔

اس عزت و تکریم میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"إِنَّمَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ"[xii]

ترجمہ: بے شک عورتیں مردوں کی مانند ہیں۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے اعمال کے اعتبار سے مراتب میں بھی مرد اور عورت میں کچھ فرق نہیں کیا چنانچہ ارشاد گرامی ہے:

"مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ" [xiii]

ترجمہ: "جو بھی نیک عمل کرے چاہے وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو البتہ ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی سے نوازیں گے اور البتہ ہم انھیں ان کی جزا ضرور بدلے میں دیں گے، ان بہترین اعمال کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے"۔

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں یہ واضح ہوا کہ مرد اور عورت کے مابین میں اسلام میں کوئی امتیاز نہیں برتا گیا البتہ مرد اور عورت کی صنف مختلف ہے جو کہ بنیادی مساوات سے متناقض نہیں ہے بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے صنفی استعداد کے مطابق حقوق و واجبات کو تقسیم کیا ہے لہذا یہ بات عدل کے منافی ہے کہ دو الگ جنس کے افراد کو ان کی صنفی استعداد کے برعکس ایک ہی جیسی ذمہ داریاں تفویض کر دی جاتیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو جدا جدا خصوصیتوں اور صلاحیتوں سے نوازا ہے اور جس طرح انسانی معاشرے کا مرد رکن ہے اسی طرح عورت بھی ہے جن کا باقی کائنات کے عناصر کی طرح ایک دوسرے پر انحصار ہے لہذا کسی ایک کو بھی محض ایک نوع ہونے کی بنا پر ایک دوسرے سے کمتر نہیں سمجھا جا سکتا۔

مرد کو ترجیح

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام نوع کے اعتبار سے مرد اور عورت کی کامل مساوات کا مدعی ہے چاہے وہ حقوق ہوں یا فرائض لیکن اس کے برعکس معاشرتی نظام میں مرد کو عورت پر ایک درجہ ترجیح دی گئی ہے اور اس ترجیح کو اس لیے ضروری قرار دیا گیا ہے تاکہ زندگی کا توازن برقرار رہے مزید یہ کہ خاندان کی کفالت کی مشکل ذمہ داری مرد پر عائد کی گئی ہے اور اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے وہ یہ بوجھ اٹھانے کے قابل ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس ذمہ داری کی زیادتی کی نسبت اس کا حق بھی زیادہ ہو چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ"[xiv]

ترجمہ: "اور عورتوں کے بھی مناسب طریقے سے مردوں پر حقوق ہیں جس طرح مردوں کے عورتوں پر ہیں۔ البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے"۔

واضح رہے یہ ترجیح عورت کی حقارت کی بنا پر نہیں رکھی گئی بلکہ اسلام نے مرد اور عورت کی ذمہ داریوں کی بنا پر یہ تفاوت رکھا ہے مثلاً ایک مرد پر جہاد کے لئے نکلنا لازم ہے لیکن عورت کو اس ذمہ داری سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے لہذا ایک بندہ تب تک جہاد نہیں کر سکتا جب تک اس کے پیچھے ایک عورت اس کے گھر کو سنبھالنے اور دیکھ بھال میں اپنے قوتیں صرف نہ کرے چنانچہ میدان جہاد میں مرد کی یکسوئی عورت کی قربانیوں کا ثمر ہے اس لیے اگر مرد میدان میں لڑ رہا ہے تو وہ اکیلا نہیں لڑ رہا بلکہ اس کے ساتھ خدا کی وہ بندی بھی برسر پیکار ہے جس نے اس مرد کو زندگی کے دوسرے محاذوں سے بے پرواہ کر دیا ہے۔[xv]

خواتین کی شورائیت کی شرعی حیثیت

اسلام میں خواتین کی حیثیت اور ذمہ داریوں کو واضح کرنے کے بعد شورائیت میں خواتین کی شمولیت سے متعلق عہد نبوی اور خلافت راشدہ سے ایسی بہت سی مثالیں ملتی جو اس امر کو واضح کرنے میں ایک بین ثبوت کے طور پر پیش کی جا سکتی ہیں۔

اسلامی معاشرے میں عورت کی جداگانہ حیثیت ہے اسلئے عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں خواتین کی جنگوں میں شمولیت، جامع مسجد میں حاضری اور خلفاء کے خطبات میں شمولیت اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اسلامی سلطنت میں عورت کا اپنا حصہ ہے جس سے اس کو روکا نہیں جا سکتا۔[xvi]

قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ میں "عورت" سے مشاورت کے جواز کے دلائل کی تفصیل اس انداز میں بیان کی گئی ہے:

1. ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ"[xvii]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کے امور شورائیت کے ذریعے سے طے کرنے کا حکم دیا ہے اور "تمام" میں دونوں جنس شامل ہیں اور اس آیت میں صرف مردوں کے لیے شورائیت مخصوص ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔[xviii]

2. ارشاد الٰہی ہے: "فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا"[xix]

اس آیت میں خاوند اور بیوی کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ بچے کا دودھ مدت رضاعت کے دوران چھڑوانے کے لیے باہم مشورہ کریں اگر دونوں میں سے کسی ایک کی رضامندی نہ ہو تو دودھ چھڑوانا جائز نہ ہوگا۔[xx]

اس آیت میں مشاورت کے حوالے سے عورت کی جداگانہ رائے کی اہمیت واضح کی گئی ہے چنانچہ جب ایک چھوٹے سے خاندانی فیصلے کے لیے شورائیت میں خاتون کی شمولیت لازم ہے تو پھر بڑے خاندان یعنی امت و مملکت کے فیصلوں میں ان کو اس حق سے کیسے محروم رکھا جا سکتا ہے۔[xxi]

3. ارشاد ربّانی ہے: "مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ"[xxii]

ترجمہ: "جو بھی نیک عمل کرے چاہے وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو البتہ ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی سے نوازیں گے اور البتہ ہم انھیں ان کی جزا ضرور بدلے میں دیں گے، ان بہترین اعمال کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے"

ڈاکٹر صلابی لکھتے ہیں کہ عمل سیاست اگر اخلاص نیت کے ساتھ کیا جائے تو یہ بھی اعمال صالحہ میں سے ہے[xxiii]

4. موسی علیہ السلام جب مصر سے مدین تشریف لے گئے تو وہاں پر دو خواتین کنویں پر اپنی بکریوں کو پانی پلانے کے انتظار میں تھیں لیکن لوگوں کے ازدہام کی وجہ سے ایک جانب کھڑی ہوئی تھیں یہاں تک کہ تمام لوگ اپنی بکریوں کو پانی پلا چکے تو حضرت موسی علیہ السلام نے ان خواتین کی بکریوں کو پانی پلایا۔ان خواتین نے گھر جا کر انہوں نے حضرت موسی علیہ السلام کا حال اپنے بوڑھے والد[xxiv] کو کہہ سنایا۔ان کے والد نے حضرت موسی علیہ السلام کو بلا بھیجا ان سے مدین آمد کی وجہ دریافت کر رہے تھے اس دوران ان دونوں خواتین میں سے ایک نے اپنے والد کو مشورہ دیا جس کو قران مجید نے کچھ یوں بیان فرمایا: "قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَاأَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ"[xxv]

ترجمہ: "ان دونوں میں سے ایک نے کہا: اے میرے ابا جان! اسے معاضے پر رکھ لیں، کیونکہ سب سے بہتر شخص جسے آپ معاوضے پر رکھیں وہ طاقت ور، امانت دار ہی ہے"۔

یہ مشورہ ان کے والد کو پسند آیا اور انہوں نے اس مشورے پر عمل کرتے ہوئے حضرت موسیؑ کو کچھ شرائط کے ساتھ اپنے ہاں خادم مقرر کر دیا۔

5. ارشاد نبوی ہے: " إِنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ، إِنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ، إِنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ قَالُوا: لِمَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: لِلَّهِ، وَكِتَابِهِ، وَرَسُولِهِ، وَأَئِمَّةِ الْمُؤْمِنِينَ وَعَامَّتِهِمْ،- أَوْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ[xxvi]

ترجمہ: "دین سراپا خیر خواہی ہے۔دین سراپا خیر خواہی ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کس کے لیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ کے لیے، اور اس کی کتاب کے لیے، اور اس کے رسول کے لیے، اور اہل ایمان کے ائمہ وحکام اور عام لوگوں کے لیے"۔ن

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد ڈاکٹر عبد الحلیم ابو شقہ لکھتے ہیں کہ معاملات میں جب تک کسی بات کی حرمت کی نص وارد نہ ہو وہ مباح ہوتی ہے اور مجھے خواتین کی شورائیت کی حرمت یا ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ملی۔اسلیے عورت جو بہتر سمجھتی ہے اسکے ساتھ وہ رائے دے سکتی ہے۔[xxvii]

یہی بات مولانا گوہر الرحمن نے بھی لکھی ہے کہ شرعی لحاظ سے عورت کو مشورہ دینے کے حق سے محروم نہیں کیا گیا۔[xxviii]

6. مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے مابین صلح حدیبیہ کے موقع پر معاہدہ طے پا جانے کے بعد نبی ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اٹھو قربانی کرو اور اپنے سروں کو منڈوالو۔آپ کی اس بات کو سن کر لوگوں میں کوئی حرکت نہ ہوئی تو آپ ﷺ نے دوبارہ اور سہ بارہ یہ حکم دیا لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام اپنی جگہوں پر بیٹھے رہے۔آپ ﷺ یہ صورتحال دیکھ کر خاموشی سے اٹھ کر خیمے میں تشریف لے گئے اور حضرت ام سلمہؓ سے سارا معاملہ کہہ سنایا۔

حضرت ام سلمہؓ نے مشورہ دیتے ہوئے فرمایا: اللہ کے نبی ﷺ! کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ باہر تشریف لے جائیں اور کسی سے کچھ نہ کہیں بلکہ اپنا قربانی کا جانور ذبح کریں اور اپنے حجام کو بلا لیں جو آپ کے بال مونڈھ دے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے ایسا ہی کیا جب صحابہ نے دیکھا تو وہ بھی اٹھے اور ایک دوسرے کی حجامت کرنے لگے اور ایسا لگتا تھا ہو کہ غم والم کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے۔[xxix]

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں مشاورت کی فضیلت ہے اور فاضلہ خاتون سے مشاورت کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے۔[xxx]

7. جمہور فقہاء کے نزدیک "فتوی" اور "شوری" ایک ہی درجے کے امور ہیں پس ہر وہ بندہ جو "فتوی" دینے کی شرائط پر پورا اترتا ہو وہ شورائیت کا حصہ بن سکتا ہے اور امام (حاکم) اور قاضی کے لیے جائز ہے کہ وہ اس سے مشورہ لے، اس کی رائے کو نافذ کرے اور یہ بات معلوم ہے کہ "فتوی" کی صحت کے لیے مفتی کے "مرد" ہونے کی کوئی شرط نہیں ہے[xxxi] چنانچہ علامہ ماوردیؒ لکھتے ہیں کہ قاضی کے لیے جائز ہے کہ وہ شروط پر پورا اترنے والے شخص سے مشورہ کر سکتا ہے اگرچہ مستشار اندھا ہو، غلام ہو یا عورت ہو کیونکہ ان میں سے ہر ایک فتوی دینے کا اہل ہے۔[xxxii]

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

امام ابن حزم نے صحابہ کرام کے زمانے میں "فتاوی" جاری کرنے والے صحابہ کرام کے نام ذکر کرتے ہوئے تقریبا 20 صحابیات کا بھی تذکرہ کیا ہے جو "فتوی" دیا کرتی تھیں۔ سب سے پہلے ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کا نام ہے اور اس کے بعد دیگر نام ذکر کیے ہیں جو کہ یہ ہیں: ام سلمہؓ، حفصہؓ، ام حبیبہؓ، فاطمہ بنت رسول اللہؐ، فاطمہ بنت قیسؓ، اسماء بنت ابی بکرؓ، ام شریکؓ، الحولا بنت تویتؓ[xxxiii]، سہلہ بنت سہیلؓ، ام درداء الکبریٰ، زینب بنت ام سلمہؓ، ام ایمنؓ، ام یوسفؓ، عاتکہ بنت عمرو بن عمرو بن زید بن نفیلؓ۔[xxxiv]

عطا ابن رباحؒ فرماتے ہیں: "حضرت عائشہؓ[xxxv] لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ عالم اور عام معاملات میں تمام لوگوں میں سب سے بہتر رائے رکھنے والی تھیں"

ابو بردہ اپنے والد ابو موسی سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: "ہمیں جب بھی کوئی پیچیدہ مسئلہ درپیش ہوا ہم اس بابت حضرت عائشہؓ سے پوچھتے تو آپ کے پاس اس کا علم ہوتا تھا"۔

مذکورہ بالا دلائل، نصوص اور آراء کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ خواتین بھی مردوں کی طرح شورائیت کا حصہ بن سکتی ہیں۔

حضرت عمرؓ کی خواتین سے شورائیت

امام ابن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ معاملات خلافت میں مشاورت کیا کرتے تھے حتی کہ وہ عورتوں سے بھی مشاورت کرتے اور اگر کسی خاتون کا مشورہ اچھا ہوتا تو آپؓ اس مشورے کو قبول کر لیتے اور اسے نافذ کر دیتے۔[xxxvi]

ڈاکٹر زریق لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام خواتین سے مشاورت کیا کرتے تھے اور سب سے پہلے جنہوں نے عورتوں سے مشاورت کا اصول متعارف کروایا وہ عمر بن خطابؓ تھے۔[xxxvii]

مجاہد کی محاذ جنگ پر وقت کی تحدید

حضرت عمر فاروقؓ ایک روز حسب عادت مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے۔ اس دوران آپؓ عرب کی عورتوں میں سے ایک ایسی عورت کے گھر کے پاس سے گزرے جو اپنا دروازہ بند کر کے یہ اشعار پڑھ رہی تھی:

- تَطَاوَلَ هَذَا وَاخْضَلَّ جَانِبُهُ   وَأَرَّقَنِي إِذْ لَا خَلِيلَ أُلَاعِبُهُ

ترجمہ: یہ رات پھیلتی چلی گئی اور اندھیرا جا رہا ہے اور اس چیز نے میری نیند اڑا دی کہ یہاں پر میرا کوئی ہم بستر نہیں جس سے میں دل بہلا سکوں۔

- ألاعبه طورا و طورا كأنما   بدا قمرا فى ظلمة الليل حاجبه

ترجمہ: لحہ بہ لحہ میں اس کے ساتھ اس طرح کھیلوں جیسے رات کے اندھیرے میں بادل کے افق سے چاند نکل کر آنکھ مچولی کھیلتا ہے۔

- يسر به من كان يلهو بقربه   لطيف الحشى لا تجتويه أقاربه

ترجمہ: اس کے قرب سے جو لذت حاصل کرتا ہے اسے خوشی ہوتی ہے نرم و نازک پسلیوں والا اس کے عزیز و اقارب اسے ناپسند نہیں کرتے۔

- فوالله لو لا الله لا رب غيره   لحرك من هذا السرير جوانبه

ترجمہ: اللہ کی قسم اگر اللہ کا خوف نہ ہوتا اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں تو اس چارپائی کے پائے حرکت کر رہے ہوتے۔

- ولكنني أخشى رقيبا موكلا   بأنفسنا لا يفتر الدهر كاتبه

ترجمہ: لیکن میں اس نگران کار سے ڈرتی ہوں جو ہمارے اوپر مقرر ہے اور کبھی کسی بھی وقت اس کا لکھنے والا نہیں تھکتا۔

پھر اس نے ٹھنڈی آہ بھری اور کہا: "عمر بن خطابؓ کی وجہ سے مجھے تنہائی اور اپنے خاوند سے جدائی کا سامنا ہے"۔

حضرت عمرؓ نے اس کے دروازے پر دستک دی۔ اس عورت نے کہا: کون ہے جو رات کے اس وقت ایک اکیلی خاتون کے دروازے پر دستک دے رہا ہے؟

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

حضرت عمرؓ نے کہا: دروازہ کھولو! تو اس نے انکار کر دیا۔ جب حضرت عمرؓ نے زیادہ دستک دی تو اس نے دھمکی دی کہ اللہ کی قسم! اگر میں نے تیری شکایت امیر المومنین کو کر دی تو وہ تجھے سزا دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے اس کی پاک دامنی دیکھی تو فرمایا: دروازہ کھولو میں امیر المومنین ہوں۔

اس نے کہا: تم جھوٹ بول رہے ہو جب آپؓ نے اپنی آواز بلند کی تو اس نے پہچان لیا اور دروازہ کھول دیا۔ آپؓ نے پوچھا کہ تم کیا کہہ رہی تھی؟ اس خاتون نے اپنی بات دہرائی۔ آپؓ نے پوچھا: تمہارا خاوند کہاں ہے؟ اس نے کہا: وہ فلاں معرکے میں جہاد پہ گیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے اس لشکر کے سربراہ کو خط لکھ کر اس عورت کے خاوند کو فوری طلب کر لیا۔ جب وہ آیا تو آپؓ نے اس کو اپنے گھر جانے کا حکم دیا۔

اس مسئلے کے سامنے آنے کے بعد حضرت عمرؓ اس کے حل کے لیے کوشاں ہو گئے چنانچہ آپؓ نے خواتین سے متعلقہ مسئلہ ہونے کی وجہ سے انہی کی مشاورت سے حل کرنے کا فیصلہ کیا اور اپنی بیٹی ام المومنین حفصہؓ کے ہاں تشریف لے گئے اور ان سے استفسار کیا کہ میری بیٹی! ایک عورت اپنے خاوند کے بغیر کتنا عرصہ گزار سکتی ہے؟ حضرت حفصہؓ نے فرمایا: ایک عورت اپنے خاوند کے بغیر زیادہ سے زیادہ چار ماہ گزار سکتی ہے چنانچہ حضرت عمرؓ نے ہر سپاہی کو چار ماہ بعد محاذ سے چھٹی دینے کا حکم نامہ لکھ کر لشکروں میں بھیج دیا اور صحابہ کرام میں سے کسی نے حضرت عمرؓ کے اس فیصلے کی مخالفت نہ کی۔ xxxviii

امام باقلانی نے دیگر خواتین سے مشاورت کا بھی ذکر کیا ہے:

"فَقَالَ لحفصة وَأهل التجربة من النِّسَاء كم أَكثر مَا يصبر النِّسَاء عَن أَزْوَاجهنَّ فَقُلْنَ لَهُ أَرْبَعَة أشهر فَكَانَ لَا يحبس الْبَعْث أَكثر من أَرْبَعَة أشهر" xxxix

ترجمہ: "پس حضرت عمرؓ نے حفصہؓ اور دیگر تجربہ کار خواتین سے مشاورت کی کہ عورتیں اپنے خاوندوں کے بغیر کتنا عرصہ صبر کر سکتی ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ چار ماہ۔ پس چار ماہ سے زائد کسی کو لشکر کے ساتھ نہیں بھیجا جاتا تھا"۔

اثرات

اس فیصلے سے دو اہم مسائل حل ہو گئے پہلا مسئلہ یہ حل ہوا کہ خاوندوں کا اپنی بیویوں سے اتنا عرصہ دور رہنے سے معاشرے میں بے راہ روی بڑھنے کا امکان تھا، اس فیصلے سے اس امکان کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے علاوہ جو فوجی اتنا عرصہ اپنی بیویوں سے دور تھے وہ اپنی بیویوں کو خرچہ بھی نہیں بھیج رہے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے فیصلے میں یہ لکھ کر بھیجا کہ وہ اپنی بیویوں کو خرچہ بھیجیں وگرنہ طلاق دے دیں اگر طلاق دیتی ہو تو اس عرصے کا خرچہ دینا پڑے گا یعنی حضرت عمرؓ کے اس فیصلے سے خواتین کے مالی حقوق کا تحفظ بھی ممکن ہوا۔

غسل جنابت کا حکم

حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی کہ حضرت زید بن ثابتؓ یہ فتوی دے رہے ہیں کہ جب خاوند اپنی بیوی سے مباشرت کرے اور انزال نہ ہو تو اس صورت میں غسل واجب نہیں ہوتا۔ حضرت عمرؓ نے زید بن ثابتؓ کو بلایا اور پوچھا: کیا تم اپنی رائے سے یہ فتوی دے رہے ہو؟

انہوں نے کہا: نہیں! امیر المومنین! میں نے اپنے چچاؤں حضرت ابو ایوبؓ، ابی بن کعبؓ اور رفاعہ بن رافعؓ سے سنا ہے۔

حضرت عمرؓ نے رفاعہؓ سے پوچھا تو انہوں نے کہا: جی ہاں ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایسا ہی کرتے تھے ہمارے پاس نہ اس کے حرام ہونے کا حکم آیا اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا: کیا نبی رحمت ﷺ کو اس کا علم بھی تھا؟ انہوں نے کہا: یہ مجھے معلوم نہیں۔

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

اس اختلاف کو دیکھتے ہوئے حضرت عمرؓ نے اہل شوری کا اجلاس طلب کیا۔انصار و مہاجرین جب آپؓ کے پاس جمع ہوئے تو آپؓ نے ان سے اس مسئلے کا حل دریافت کیا۔سب نے کہا کہ انزال نہ ہونے کی صورت میں غسل واجب نہیں ہے۔ حضرت علیؓ المرتضی اور حضرت معاذ بن جبلؓ نے کہا: ایسا نہیں ہے بلکہ جب ختنے کی جگہ ختنے کی جگہ سے گزر جائے گی تو غسل واجب ہو جائے گا۔

اس اختلاف کو دیکھتے ہوئے حضرت عمرؓ نے کہا: یہ اہم مسئلہ ہے کہ تم اصحاب بدر ہوتے ہوئے آپس میں اس قدر مختلف ہوئے تو تمہارے بعد والوں کا کیا ہو گا؟ حضرت علیؓ نے یہ رائے پیش کی کہ اے امیر المومنین! اس مسئلے میں نبی رحمت ﷺ کی سنت کے بارے میں ان کے گھر والوں سے زیادہ کوئی نہیں جانتا تو حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ کی طرف پیغام بھیجا۔انہوں نے کہا کہ مجھے اس بارے میں علم نہیں۔انہوں نے پھر حضرت عائشہؓ کی طرف بھیجا تو انہوں نے کہا:

إ"ذا جاوز الختان الختان فقد وجب الغسل"

ترجمہ: جب ختنے کی جگہ ختنے کی جگہ سے گزر جائے گی تو غسل واجب ہو جائے گا۔

حضرت عائشہؓ کی اس رائے کے بعد حضرت عمرؓ نے اس رائے کو نافذ کر دیا اور سختی سے حکم جاری کیا کہ اگر مجھے پتہ لگا کہ کوئی شخص اس کی مخالفت کر رہا ہے تو میں اس کو سخت سزا دوں گا چنانچہ اصحاب شوری کے اتفاق کے بعد حضرت عائشہؓ کی رائے کو نافذ کر دیا گیا۔[xl]

اثرات

حضرت عمرؓ کے اس شورائی فیصلے سے ایک ایسا بنیادی مسئلہ حل ہو گیا جو طہارت سے متعلقہ تھا اور طہارت عبادات کی بنیاد ہوتی ہے۔اسلیئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک خاتون کی رائے سے مسلمانوں کی عبادات کے بارے میں پیدا ہونے والے شبہات کا ازالہ ہو گیا اور ایک خاتون کی رائے سے ایک بہت بڑا اختلاف خوش اسلوبی کے ساتھ اختتام کو پہنچ گیا۔

حق مہر کی مقدار

مسروق فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ ممبر رسول پر تشریف فرما ہوئے اور عوام کو مخاطب کر کے کہا: اے لوگو! تم حق مہر میں مبالغہ آرائی سے کام کیوں لے رہے ہو حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے 400 درہم سے زیادہ حق مہر مقرر نہیں کیا؟ پھر آپؓ نے 400 درہم سے زائد مہر مقرر کرنے سے منع فرما دیا۔

اس فیصلے کا اعلان کر کے آپؓ منبر سے نیچے اترے، ایک خاتون جو قریش سے تعلق رکھتی تھیں، انہوں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو مخاطب کر کے کہا: اے امیر المومنین! آپؓ نے لوگوں کو عورتوں کے حق مہر میں 400 درہم سے زائد دینے سے منع کر دیا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! اس خاتون نے کہا: کیا آپ نے اللہ تعالی کا وہ کلام نہیں سنا جو قرآن مجید میں ہے؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ اس خاتون نے کہا: آپ نے سنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا"[xli]

ترجمہ "اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لانا چاہو اور تم نے اسے ڈھیر سارا مال دیا ہو تو تم اس مال میں سے کچھ بھی واپس نہ لو، کیا تم اس پر بہتان لگا کر اور صریح گناہ کے مرتکب ہو کر اس سے مال واپس لینا چاہتے ہو؟"۔

حضرت عمرؓ نے کہا: "اللهم غفراً، كل الناس أفقه من عمر، ثم رجع فركب المنبر، فقال أيها الناس: إني كنت نهيتكم أن تزيدوا في صدقاتهن على أربعمائة درهم، فمن شاء أن يعطي من ماله ما أحب"

ترجمہ: "اے اللہ! مجھے معاف فرما! تمام لوگ ہی عمر سے بڑھ کر فقیہ ہیں۔ پھر آپ لوٹے اور ممبر پر دوبارہ براجمان ہوئے اور کہا: اے لوگو! بے شک میں نے تمہیں 400 درہم سے زائد حق مہر مقرر کرنے سے منع کیا تھا بس جو چاہے وہ اپنے مال میں سے جتنا چاہے حق مہر ادا کرے"۔

ابو یعلی فرماتے ہیں کہ میرے خیال سے آپؓ نے کہا: "فمن طابت نفسه فليفعل"

ترجمہ: جس کو جیسے پسند ہو وہ کرے۔

مصعب بن عبداللہ اپنے دادا سے اس عورت کا حلیہ بھی بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک لمبی ناک والی خاتون تھیں۔[xlii]

امام قرطبیؒ نے اس واقعے کو ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے نے 12 اوقیہ سے زائد مہر مقرر کرنے سے منع فرمایا تو ایک خاتون نے کھڑے ہو کر آپ کو کہا: "يَا عُمَرُ، يُعْطِينَا اللَّهُ وَتَحْرِمُنَا! أَلَيْسَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى يَقُولُ: (وَآتَيْتُمْ إِحْداهُنَّ قِنْطاراً فَلا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئاً[xliii])"؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا : "خاتون درستگی پر ہے اور عمر کو غلطی لگی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کچھ دیر گردن جھکائے خاموش رہے پھر فرمایا: اے عمر! تمام لوگ ہی تجھ سے زیادہ فقیہ ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپؓ نے کہا: عورت درست ٹھہری اور مرد غلطی کھا گیا اور آپؓ نے اپنی رائے کو ترجیح نہ دی"۔[xliv]

اثرات

اس واقعے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ جب لوگوں کو کسی اہم مسئلے کے لیے جمع فرماتے تو اس میں خواتین بھی شامل ہوتی تھیں جس طرح عہد نبوی میں لوگوں کو جمع کیا جاتا تھا تو اس میں بھی خواتین حاضر ہوتی تھیں۔ ڈاکٹر فواد عبدالمنعم لکھتے ہیں کہ موجودہ زمانے کے مطابق (اس واقعے کی روشنی میں) ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عورت کو اسلام نے پارلیمان میں نمائندگی کا حق دیا ہے اور یہ کہ وہ عام قانون سازی میں حصہ لے سکتی ہے کیونکہ ابتدائے اسلام میں اسلامی سلطنت کی پارلیمان، مسجد ہوا کرتی تھی۔[xlv]

الغرض حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ کرنا اور پھر ایک خاتون کے رد کرنے پر اپنی بات سے رجوع کرنا خلافت عمرؓ میں خواتین کی حق رائے دہی کی واضح علامت ہے اور اس فیصلے سے مہر کی حد بندی کا اصول کالعدم قرار دے دیا گیا۔

بازار کی نگرانی

حضرت شفاء بنت عبداللہؓ[xlvi] نے ہجرت سے قبل اسلام قبول کیا۔ آپؓ مہاجرات صحابیات میں سے تھیں۔ آپؓ نے نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت بھی کی۔ حضرت شفاءؓ باصلاحیت اور فضلاء خواتین میں سے تھیں۔ آپؓ کی بذات خود رسول اللہ ﷺ بہت قدر کیا کرتے تھے اور ان کے گھر میں قیلولہ فرماتے تھے۔ حضرت شفاءؓ کی حکمت و دانائی کی وجہ سے حضرت عمرؓ ان کا بے حد احترام کرتے اور ان سے مختلف معاملات میں مشورہ کیا کرتے تھے اور ان کی رائے کو مقدم رکھتے تھے۔[xlvii]

علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت شفاء بنت عبداللہؓ کو اپنے دور خلافت میں مختلف اوقات میں بازار کا نگران بھی مقرر کیا تھا۔[xlviii]

اثرات

حضرت شفاءؓ کے بارے میں تذکرہ کرنے کے بعد ڈاکٹر قلعہ جی لکھتے ہیں کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ امامت عظمیٰ (یعنی مملکت کی سربراہی اور نماز کی امامت) کے سوا عورت کو کسی بھی چھوٹے درجے کی سربراہی کے لیے نااہل نہیں سمجھتے تھے۔[xlix]

خواب کی تعبیر

حضرت معدان الیعمری فرماتے ہیں کہ امیر المومنین عمر بن خطابؓ جمعہ کے دن خطبہ دینے کے لیے ممبر پر کھڑے ہوئے، حمد و ثنا کے بعد آپؓ نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کا ذکر خیر کیا پھر فرمایا:

"رَأَيْتُ رُؤْيَا لَا أُرَاهَا إِلَّا لِحُضُورِ أَجَلِي : رَأَيْتُ كَأَنَّ دِيكًا نَقَرَنِي نَقْرَتَيْنِ. قَالَ : وَذُكِرَ لِي أَنَّهُ دِيكٌ أَحْمَرُ"[l]

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

ترجمہ: "میں نے ایک خواب دیکھا، جس کو میں اپنی موت کا پیغام سمجھتا ہوں۔ میں نے ایک مرغ کو دیکھا جس نے مجھے دو ٹھونگیں ماریں ہیں اور مجھے بتایا گیا کہ بے شک یہ سرخ رنگ کا مرغ ہے"۔

میں نے یہ خواب حضرت اسماءبنت عمیسؓ کے گوش گزار کیا تو انہوں نے فرمایا ہے: "يَقْتُلُكَ رَجُلٌ مِنَ الْعَجَمِ"[li]

ترجمہ: "آپ کو عجمیوں میں سے کوئی آدمی قتل کرے گا"۔

ابن سعد لکھتے ہیں کہ اس واقعے کے بعد اسی ہفتے میں حضرت عمرؓ پر حملہ کیا گیا۔[lii]

اثرات

اس واقعے سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ حضرت عمرؓ بر سر منبر یہ بتلا رہے ہیں کہ انہوں نے اپنے خواب کا حال اسماءبنت عمیسؓ کو سنایا اور انہوں نے جو تعبیر کی ہو بہو ویسا ہی ہوا چنانچہ ثابت ہوا کہ خلیفہ متعلقہ معاملے میں خواتین سے مشاورت کر سکتا ہے اور حضرت اسماءبنت عمیسؓ کا درست تعبیر کرنا ان کے علم و فضل میں مہارت کی دلیل ہے۔

نتائج

- زمانہ جاہلیت میں معاشرتی اور اخلاقی طور پر انحطاط کا شکار "عورت" کو اسلام نے معاشرتی آزادی اور حقوق دیئے ہیں۔
- علم کے حصول اور اسکی نشرواشاعت میں خواتین کو بلا امتیاز مردوں کے برابر مواقع فراہم کئے گئے ہیں۔
- اسلام نے امت کے اجتماعی امور میں خواتین کو بھی اہل الرائے گردانا ہے۔
- خلافت عمرؓ میں خواتین کی آراء اور مشوروں کو تسلیم کرتے ہوئے انکی تنفیذ بھی عمل میں لائی گئی ہے۔

سفارشات

مذکورہ بالا مضمون کو لکھنے کے دوران دو موضوعات کا عصر حاضر سے تقابل کی ضرورت محسوس ہوئی جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

- مرد و زن کے اختلاط کی وہ صورتیں جو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں موجود تھیں اور عصر حاضر کا تقابل۔
- خلافت عمرؓ میں خواتین کی آراء اور مشاورت کی صورتوں کا مروجہ طریقہ کار سے تقابل۔

کتابیات

1. راغب،حسن بن محمد،المفردات فی غريب القرآن،دمشق،بيروت،دار القلم ،دار الشامية،1412ھ
2. کیرانوی، وحید الزمان، القاموس الوحید، لاہور، کراچی، ادارہ اسلامیات، 1986
3. المهدی،حسين بن احمد ،الشوری فی الشريعة الاسلامية،مكتبة المعاصی سجل هذا الكتاب بوازرة الثقافة،2006
4. سرہندی، وارث، علمی اردو لغت۔ لاہور، علمی کتاب خانہ، 1972
5. مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات، لاہور، راولپنڈی، کراچی، فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ،
6. سید ضیاء الدین، عورت قبل از اسلام و بعد از اسلام، کراچی، النور ہیلتھ وایجوکیشن ٹرسٹ، 2006
7. ابو داود،سليمان بن اشعث،سنن ابی داود،رياض،دار السلام،1999
8. الالبانی ، ناصر الدين ، سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها،رياض،مكتبة المعارف للنشر والتوزيع،1995
9. اصلاحی، امین احسن، اسلامی معاشرے میں عورت کا مقام، لاہور، فاران فاؤنڈیشن، 1992
10. زريق ، برهان ، الشوری فی الاسلام،وزارة الاعلام السورية علی الطباعة،2016

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

11. الصلابی ، علی بن محمد ، الشوری فریضة اسلامیة،قاهرة،مؤسسة اقرا للنشر و التوزیع و الترجمة،2010
12. الماوردی،علی بن محمد،تفسیر الماوردی /النکت و العیون ، بیروت،لبنان ، دار الکتب العلمیة،
13. ابو شقة ،عبد الحلیم ، تحریر المرأة فی عصر الرسالة دراسة جامعة لنصوص القرآن الکریم و صحیحي البخاري و مسلم ،کویت،دار القلم،2002
14. گوہر الرحمن،اسلامی سیاست،مردان،مکتبۃ تفہیم القرآن،2002
15. البخاری،محمد بن اسماعیل ،الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول الله و سننه وأیامه،ریاض،دار السلام،1999
16. ابن حجر العسقلانی ،احمد بن علی فتح الباری بشرح البخاری ، بیروت،دار المعرفة،1379ھ
17. ابن حزم ، علی بن احمد ، جوامع السیرة و خمس رسائل أخری لابن حزم،مصر،دار المعارف،1900
18. الماوردی ، علی بن محمد ، ادب القاضی ،بغداد،احیاء التراث الاسلامی،1971
19. البیهقی، احمد بن حسین، السنن الکبری،بیروت ، لبنان، دار الکتب العلمیة،2003
20. القرشی ،غالب عبد الکافی ، اولیات الفاروق السیاسیة،دار الوفاء للطباعة و النشر و التوزیع
21. الباقلانی ، ابو بکر محمد طیب بن محمد ، تمهید الاوئل فی تلخیص الدلائل،لبنان،مؤسسة الکتب الثقافة،1987
22. دہلوی،شاہ ولی اللہ ازلۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، مترجم،اشتیاق احمد دیوبندی، کراچی، قدیمی کتب خانہ
23. مجموعة من الوؤلفین ، فتاوی واستشارات موقع الإسلام الیوم ،موقع الإسلام الیوم
24. القرطبی ، محمد بن احمد ، ، الجامع لاحکام القرآن ،قاهرة،دار الکتب المصریة،1964
25. عبد المنعم ، فواد ، مبدأ المساواة فی الاسلام بحث من ناحیة الدستوریة مع المقارنة بالدیمقراطیات الحدیثة،اسکندریة،المکتب العربی الحدیث،2002
26. ابن حجر،احمد بن علی،الاصابة فی تمییز الصحابة،دار الکتب العلمیة،1415ھ
27. ابن عبد البر،یوسف بن عبد الله،الاستیعاب فی معرفة الاصحاب ، بیروت ، دار الجبل،1992
28. قلعہ جی، محمد رواس، فقہ حضرت عمر، مترجم، ساجد الرحمن صدیقی،لاہور، ادارہ معارف اسلامی،1990
29. شیبانی ،احمد بن حنبل،مسند امام احمد بن حنبل ،ریاض،دار السلام ،2013
30. الشیبانی ، احمد بن حنبل،مسند امام احمد،قاهرة،دار الحدیث، محقق،احمد محمود شاکر،1995
31. ابن سعد ،محمد بن سعد ، الطبقات الکبری ،بیروت،دار الکتب العلمیة،1990

مصادر و مراجع:

---

[i] راغب، حسن بن محمد، **المفردات فی غریب القرآن** (دمشق، بیروت: دار القلم، دار الشامیة 1412ھ)، ص469

[ii] کیرانوی، وحید الزمان، **القاموس الوحید** (لاہور، کراچی: ادارہ اسلامیات 1986)، ص597

[iii] المهدی، حسین بن احمد، **الشوری فی الشریعة الاسلامیة** (مکتبة المعاصی سجل هذا الکتاب بوزارة الثقافة 2006)، ص26

[iv] ایضا

[v] ایضا

[vi] سرہندی، وارث، **علمی اردو لغت** (جامع) (لاہور: علمی کتاب خانہ 1972)، ص936

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

[vii] مولوی فیروزالدین، **فیروزاللغات**(لاہور، راولپنڈی، کراچی: فیروز سنز(پرائیویٹ) لمیٹڈ)، 849

[viii] النحل: 58،59

[ix] التکویر: 8

[x] سید ضیاءالدین، **عورت قبل از اسلام وبعد از اسلام**(کراچی: النور ہیلتھ وایجوکیشن ٹرسٹ 2006)، ص 69

[xi] التین: 4

[xii] ابوداود، **سنن ابی داود**، کتاب الطھارۃ، باب: فی الرجل یجد البلۃ فی منامہ، ح 236

تخریج: اس حدیث کو امام البانی نے " صحیح " قرار دیا ہے۔ دیکھئیے: الالبانی، ناصر الدین، **سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ وشئ من فقھھا وفوائدھا**، ج 6، ص 860

[xiii] النحل: 97

[xiv] البقرۃ: 228

[xv] اصلاحی، امین احسن، اسلامی معاشرے میں عورت کا مقام،(لاہور: فاران فاؤنڈیشن 1992)، ص 94 تا 100

[xvi] زریق، برھان، **الشوری فی الاسلام**،(وزارۃ الاعلام السوریۃ علی الطباعۃ 2016)، ص 88

[xvii] الشوری: 33

[xviii] الصلابی، علی بن محمد، **الشوری فریضۃ اسلامیۃ**(قاھرۃ: مؤسسۃ اقرا للنشر والتوزیع والترجمۃ 2010) ص 115

[xix] البقرۃ: 213

[xx] الماوردی، **تفسیر الماوردی**، ج 1، ص 301

[xxi] الصلابی، الشوری، ص 115

[xxii] النحل: 97

[xxiii] الصلابی، الشوری، ص 118

[xxiv] ان خواتین کے والد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے لیکن یہ بات کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ دیکھیے: حافظ، عبد السلام بن محمد، تفسیر القرآن الکریم،(لاہور: دار الاندلس) القصص: 26

[xxv] القصص: 26

[xxvi] ابوداود، **سنن ابی داود**، کتاب الادب، باب فی النصیحۃ و، 4944

[xxvii] ابوشقۃ، عبد الحلیم، **تحریر المرأۃ فی عصر الرسالۃ دراسۃ جامعۃ لنصوص القرآن الکریم و صحیحي البخاري و مسلم**(کویت: دار القلم 2002)، ج 2، ص 459

[xxviii] گوہر الرحمن، اسلامی سیاست، ص 321

[xxix] البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب: الشروط، باب: الشروط فی الجھاد والمصالحۃ مع اھل الحرب، ص 2732

[xxx] ابن حجر، احمد بن علی، **فتح الباری بشرح البخاری**، ج 5، ص 347

[xxxi] زریق، **الشوری فی الاسلام**، ص 85

[xxxii] الماوردی، **علی بن محمد**، ادب القاضی،(بغداد: احیاء التراث الاسلامی 1971)، ج 1، ص 264

[xxxiii] انکا درست نام "جولاء بنت لیث" ہے۔

[xxxiv] ابن حزم، علی بن احمد، **جوامع السیرۃ وخمس رسائل أخری لابن حزم**(مصر: دار المعارف 1900)، ص 319

[xxxv] مقالہ نگار نے مقتیہ صحابیات میں سے بطور مثال صرف حضرت عائشہؓ کا ذکر کیا ہے۔

[xxxvi] البیھقی، **السنن الکبری**، کتاب: آداب القاضی، باب من یشاور، ج 10، ص 193، ح 20322

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

زریق، **الشوری**، ص83 [xxxvii]

القرشی، **اولیات الفاروق**، ص286 [xxxviii]

الباقلانی، ابو بکر محمد طیب بن محمد، **تمہید الاوئل فی تلخیص الدلائل** (لبنان: مؤسسۃ الکتب الثقافۃ 1987)، ص498 [xxxix]

دہلوی، شاہ ولی اللہ، **ازلۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء**، مترجم: اشتیاق احمد دیو بندی، (کراچی: قدیمی کتب خانہ)، ج3، س319 [xl]

النساء: 20 [xli]

مجموعۃ من الوؤلفین، **فتاوی واستشارات موقع الإسلام الیوم** (موقع الِاسلام الیوم)، کتاب: الفتوی والافتاء، باب: الطعن فی فتاوی کبار العلماء، ج4 ص 490 [xlii]

اس واقعے کو ذکر کرنے کے بعد مصنف نے اسکی سند کو "اسناد جید و قوی" قرار دیا اور جس سند سے اس عورت کا حلیہ بیان کیا گیا ہے اس پر مؤلف نے "منقطع" کا حکم لگایا ہے۔

النساء: 20 [xliii]

القرطبؔی، محمد بن احمد،، **الجامع لاحکام القرآن** (قاہرۃ: دار الکتب المصریۃ 1964) ج5، ص99 [xliv]

عبد المنعم، فواد، **مبدأ المساواۃ فی الاسلام بحث من ناحیۃ الدستوریۃ مع المقارنۃ بالدیمقراطیات الحدیثۃ** (اسکندریۃ: المکتب العربی الحدیث 2002)، ص 171 [xlv]

انکا حقیقی نام "لیلی" تھا۔ [xlvi]

ابن حجر، **الاصابۃ**، ج8، ص202 [xlvii]

ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، **الاستیعاب**، 1869 [xlviii]

قلعہ جی، محمد رواس، **فقہ حضرت عمرؓ**، مترجم: ساجد الرحمن صدیقی، (لاہور: ادارہ معارف اسلامی 1990) ص98 [xlix]

ابن حنبل، **مسند احمد**، مسند عمر بن الخطاب، ح89 [l]

تخریج: اس حدیث کی سند کو علامہ احمد شاکر نے "صحیح" کہا ہے۔ دیکھئے: الشیبانی، **احمد بن حنبل**، مسند احمد (القاہرۃ: دار الحدیث 1995)، ص203

ایضا [li]

ابن سعد، **الطبقات الکبری**، ج3، ص256 [lii]